گفتگو: مخدوم اطہر

اسلامی قوانین ترک کرنے پر مزاحمتی تحریک چلائیں گے

حدود آرڈیننس کے معاملے میں پارلیمنٹ خودمختار ہے اور نہ صدر مملکت

ڈاکٹر عبدالقدیر ملت اسلامیہ کا محسن جبکہ ڈاکٹر عبدالسلام غدار ہے

مجلس عمل توہینِ رسالت قانون میں ترمیم نہیں روک سکتی تو اسمبلیوں سے باہر آجائے

قائدِ احرار سید عطاء المہیمن بخاری کا روزنامہ ''انصاف'' کو دیا گیا فکر انگیز انٹرویو

''سید عطاء المہیمن بخاری ایک بڑے باپ کے بڑے بیٹے ہیں۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تاریخ آزادی کا ایک معتبر نام ہیں۔ ختم نبوت کے ڈاکو قادیانیوں کا تعاقب اور ان کے خلاف رائے عامہ ہموار کرنا آپ کا طرہ امتیاز تھا۔ انگریز کے خلاف جدوجہد، قادیانیت کا محاسبہ اور جہادِ کشمیر سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی مجلس احرار کے بنیادی اہداف تھے۔ مجلس احرار نے ۱۹۳۰ء میں کشمیر کے اندر جہاد منظم کیا اور جہادی لشکر روانہ کئے۔ قیام پاکستان کے بعد سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے منفرد موقف اختیار کیا اور اعلان کیا کہ چونکہ ہمارا موقف تسلیم نہیں کیا گیا' مسلم لیگ کے موقف کے مطابق پاکستان وجود میں آ گیا ہے' اس لیے مسلم لیگ کا حق ہے کہ وہ یہاں اپنے ایجنڈے کے مطابق کام کرے اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے مجلس احرار اسلام کو ایک دینی دعوتی جماعت کا کردار دے کر سیاست کے میدان سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ اس کے باوجود قادیانی مسئلہ پر مجلس احرار کالعدم قرار دے دی گئی' پھر بحال ہوئی۔ شاہ جی انتقال کر گئے مگر مجلس احرار اسلام اپنا کردار ادا کرتی رہی۔ آج کل اس کی قیادت کا بار اُن کے فرزند سید عطاء المہیمن بخاری کے کاندھوں پر ہے۔ جو ہمہ تن مصروف اور سرگرم عمل ہیں۔ سید عطاء المہیمن شاہ جی' جنہیں کارکنان احرار ''پیر جی'' کے نام سے پکارتے ہیں' اخبار و تشہیر کی دنیا سے کوسوں دور ہیں۔ ان سے انٹرویو کرنا ایک مشکل کام تھا کہ وہ اس پر آمادہ ہی نہ تھے مگر ہمارا یہ اعزاز ہے کہ پیر جی نہ صرف انٹرویو پر آمادہ ہوئے بلکہ روزنامہ ''انصاف'' کے دفتر تشریف لائے۔ ان کے خیالات اک نیا ولولہ عطا کرتے ہیں۔''

سوال: عالم اسلام کے موجودہ حالات سے آپ اچھی طرح آگاہ ہیں۔ آپ ان کا تجزیہ کس طرح کریں گے؟

جواب: دنیا میں دو قسم کے قوانین ہیں۔ الٰہی قوانین اور انسانی قوانین۔ الٰہی قوانین کا تعلق وحی سے ہے اور انسانی قوانین کا تعلق عقل سے ہے۔ مسلمان الٰہی قوانین کے پابند کئے گئے ہیں۔ جب سے مسلم حکمرانوں نے الٰہی قوانین سے تعلق توڑ کر کفریہ قوانین سے تعلق جوڑا' وہ ذلیل و رسوا ہو گئے۔ عالمی کفریہ طاقتیں اُن پر غالب آگئیں اور مسلم ممالک اپنے حکمرانوں کی بدعہدی کی وجہ سے کفار کے مقابلے میں مغلوب ہو گئے۔

انسانی قوانین کے استعمال سے امت کا زوال ہوا۔ کفریہ طاقتوں کے حلیف بن کر مسلمان تباہ ہوئے۔ سب سے

اہم کام یہ ہے کہ ان طاغوتی طاقتوں سے نجات حاصل کی جائے۔ ترقی کے لیے اس دور میں سب سے بڑی چیز مالی قوت، افرادی قوت، سائنس اور ٹیکنالوجی ہیں جو سب مسلمانوں کے پاس موجود ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلم ممالک کی متحدہ تنظیم او آئی سی کو فعال و متحرک اور منظم کیا جائے۔ مسلمانوں کی متحدہ فوج اور کرنسی ہو۔ عہدِ حاضر میں ترقی اور غلبہ اسلام کا یہ واحد راستہ ہے، جس پر عمل پیرا ہو کر حکومتِ الٰہیہ کا قیام ممکن ہو سکے گا۔

موجودہ حکمران مغرب سے آئے ایجنڈے پر عمل کرنے کے لیے مستعد ہیں تاکہ لوگوں میں یہ خیال پیدا کیا جائے کہ اللہ اور رسول ﷺ قرآن اور ایمان سب ذاتی معاملات ہیں

میرے نزدیک اس وقت دو ایسے بنیادی نکتے ہیں جن پر عالم کفر محنت کر رہا ہے۔ پہلا یہ کہ لوگوں کے دلوں سے اللہ تعالیٰ کے وجود کا تصور ختم کیا جائے۔ اس کے تقدس، اس کی طاقت کا تصور کمزور کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے پہلے بڑی طاقتیں کام کرتی رہی ہیں جو اپنے انجام کو پہنچ چکی ہیں۔ یہود و نصاریٰ کی بھی یہی کوشش ہے کہ خدا کے تصور کو دل و دماغ سے محو کر دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ نبی پاک ﷺ کو عام انسان کی حیثیت سے پیش کیا جائے۔ ایک عالم، مصلح، لیڈر یا سربراہ مملکت کی حیثیت دی جائے اور مسلمانوں کا یہ عقیدہ کہ حضور اکرم ﷺ کے فرمان کو نہ ماننا کفر ہے۔ اس عقیدے کو دل و دماغ سے نکالا جائے۔ اس سے وہ یہ فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں کہ ایسا معاشرہ تشکیل ہو جس میں عقائد کا مسئلہ نہ ہو جس کو یہ انتہا پسندی یا بنیاد پرستی کہتے ہیں۔ بنیاد پرستی ہمارا بنیادی عقیدہ ہے۔ اسلام میں داخل ہونے کی پہلی بات یہی ہے کہ آدمی بنیاد پرست ہو۔ انتہا پسندی یہ ہے کہ ہم اپنے عقائد میں کسی قسم کی لچک نہیں رکھتے۔ یہ عقائد ہمارے ذاتی نہیں ہیں۔ اس بنیاد پر ہمارا کفر کے ساتھ ٹکراؤ ہے کہ وہ سارے کام عقل کی بنیاد پر کرتے ہیں۔ وہ ہمیں رجعت پسند کہتے ہیں۔ حالانکہ رجعت پسند یہود و نصاریٰ ہیں۔ یہ ہمیں دورِ جہالت میں واپس لے جانا چاہتے ہیں۔ ہمارا بنیادی اصول اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے نظریے کا دفاع کرنا ہے۔ یہ لوگ انسانوں کے بنائے ہوئے اصولوں اور قوانین کو لوگوں کی فلاح و بہبود، مملکت کی ترقی، انسانیت کی ترقی کے لیے بہتر سمجھتے ہیں۔ کفر یہ سوچے تو اس کے لیے اجازت ہے۔ مسلمان کے لیے یہ سوچ رکھنی گناہ ہے۔ ہمیں اسی گناہ کی سزا مل رہی ہے کہ ہم نے اللہ کے قانون کو چھوڑ کر انسانوں کے قوانین کو ترجیح دی۔ پاکستان اور دوسرے مسلم ممالک اس غلطی کا شکار ہیں۔ موجودہ حکمران طبقہ مغرب سے آئے ایجنڈے پر عمل کرنے کے لیے مستعد ہے کہ لوگوں میں یہ خیال راسخ کیا جائے کہ خدا، رسول، ایمان، قرآن سب ذاتی معاملات ہیں، ان کو اجتماعی معاملہ نہ سمجھا جائے قرآن کہتا ہے کہ ”تم اس ایک چیز کو ماننے کے بعد دوسری کو کیوں مانتے ہو۔“ اگر ہم اللہ وحدہٗ کو مانتے ہیں تو اس کے قانون کو کیوں نہیں مانتے...... نبی اکرم ﷺ کو مانتے ہیں تو ختم نبوت کو کیوں تسلیم نہیں کرتے۔ آپ کے لائے ہوئے معاشی، اقتصادی سیاسی اور مملکت کے پروگرام کو تسلیم کیوں نہیں کرتے۔ اس میں ہمیں اختیار نہیں ہے بلکہ ہم اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کے پابند ہیں۔ ایک آدمی اگر فوج میں داخل ہوتا ہے تو سابقہ زندگی پیچھے رہ گئی۔ وہ اپنی مرضی نہیں کر سکتا۔ اگر وہ اپنی مرضی کرے گا تو اسے فوج سے نکال دیا جائے گا۔ جب

انسانی تنظیموں میں انسان اپنی مرضی نہیں کر سکتا تو اللہ کے قانون میں کیسے اپنی مرضی کر سکتا ہے۔ تیسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی۔ خطاب اہل کتاب سے ہے لیکن ہم سب سے بڑے اہل کتاب ہیں فرمایا ''جس قوم نے بھی اپنی خواہشات و خیالات پر عمل کیا ہے، وہ گمراہ ہے۔ تمہیں حکم دیا جاتا ہے کہ تم دین میں اپنی خواہشات کو داخل نہ کرو۔'' خواہشات کو داخل کرنے سے سوائے گمراہی کے کچھ نہیں ملے گا۔ حق میں غیر حق داخل کرنا گمراہی ہے۔ قرآن کو اللہ کی کتاب مان کر اس کے احکامات کو تسلیم نہ کرنا گمراہی ہے۔

کرنسی نوٹ پر قائداعظم کی تصویر پر لکیر لگی ہو تو وہ قابل قبول نہیں مگر حیرت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ذات کی توہین کے قوانین پر اعتراض کیا جاتا ہے

یہی اس وقت ہمارا بنیادی مسئلہ ہے کہ مغرب ہمارے دل و دماغ سے اللہ رسول ﷺ اور قرآن کو نکال کر ہمیں لبرل بنانا چاہتا ہے اس لبرل کا مطلب ہے کہ کہلاؤ مسلمان لیکن تمام اعمال اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات کے خلاف کرو۔ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کی مخلوق ان کا حکم مانتی ہے۔ یا تو کسی اور کی مخلوق بن جاؤ ورنہ اللہ کا حکم مانو۔ ہم اپنی عقلوں سے فیصلے کرنے کے پابند نہیں بلکہ اللہ کے احکام کے پابند ہیں۔ یہی اللہ پاک نے فرمایا کہ تمہیں کتاب دی گئی تم اس کے مطابق فیصلے کرو اپنی عقلوں سے فیصلے مت کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ قرآن میں فرمایا جس کا مفہوم ہے کہ ہم نے حضور ﷺ کو جاہلوں میں بھیجا حضور ﷺ کو جاہل نہیں کہا بلکہ فرمایا کہ آپ کو جاہلوں میں بھیجا۔ یہ لوگ جہالت کی بنیاد پر گمراہ تھے حالانکہ عقلمند تھے۔ سلطنتیں چلا رہے تھے مثلاً روم، فارس، بازیہ بڑی طاقتور سلطنتیں تھیں۔ اللہ ان کو جاہل کہتا ہے اور ان کی جہالت ختم کرنے کے لیے قرآن نازل فرمایا۔ ہماری کامیابی اللہ کے احکامات پر عمل کرنے سے ہے جن میں ہر مسئلے کا حل ہے۔ مثلاً آپس کے تنازعات کے بارے میں اللہ نے فیصلہ فرمادیا کہ اگر تم کسی بات میں الجھ جاؤ تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرو۔ یہ نہیں کہا کہ پارلیمنٹ، ہائی کورٹ، سپریم کورٹ کی طرف رجوع کرو۔ یہ سب ادارے اسلام میں نفاذ کے ادارے ہیں مقنّنہ نہیں ہیں۔ اب حدود آرڈی نینس کا مسئلہ ہے۔ اس میں نہ پارلیمنٹ مختار ہے نہ صدر مملکت۔ ان حدود کو بدلنے کے لیے کوئی بھی انسان صاحب اختیار نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ۲۳ سالہ حیات مبارکہ میں ایک بھی ایسا واقعہ نہیں کہ آپ نے قانون سازی میں مشاورت کی ہو۔ قانون اللہ کی کتاب ہے۔ آپ نے نفاذ کیا۔ ہاں یہ سوال کہ باقی محکموں کو علی منہاج النبوت کیسے ترتیب دیا جائے یہ ہے مشاورت۔

حدود قوانین بندوں کے بنائے ہوئے نہیں یہ اللہ کے قوانین ہیں۔ اوّل تو موجودہ حکمران طبقے کو حدود کا پتہ ہی نہیں۔ یہ تو اپنی حدود سے واقف نہیں ہیں۔ یہ اللہ کی قائم کردہ حدود سے کیسے واقف ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے حدود میں اپنے منصب، اپنے نبی ﷺ کے منصب کا تحفظ فرمایا۔ ہماری عقلیں نہ پہنچ سکیں لیکن ان حدود کا تحفظ واجب ہے۔ پاکستان میں اگر کوئی شخص قائداعظم کی شان میں توہین آمیز جملہ کہے تو اسے سزا ملے گی اور تو اور کرنسی نوٹ پر اگر قائداعظم کی تصویر پر لکیر لگی ہو تو

وہ نوٹ قبول نہیں کیا جاتا لیکن حیرت ہے کہ نبی ﷺ کی ذات مبارکہ کی توہین پر قوانین پر اعتراض کیا جاتا ہے۔جن کے احترام پر ایمان کا دارومدار ہے۔

سوال: پارلیمنٹ حدود قوانین میں تبدیلی نہیں کرسکتی لیکن پاکستان میں ان کا نفاذ تو پارلیمنٹ نے ہی کیا ہے اوراس کے پاس ترمیم کا اختیار بھی ہے؟

جواب: اس کے پاس صرف نفاذ کا اختیار ہے۔حدیث مبارکہ ہے کہ جوکوئی نبی کو گالی دے اسے قتل کرو۔یہ قانون ہے اسلام کا'اور نبی کوئی بھی ہو۔اس کی توہین کی سزا قتل ہے۔اس قانون میں ترمیم نہیں ہوسکتی۔

سوال: ہمارے حکمرانوں کا کہنا ہے کہ ہم پر عالمی دباؤ ہے کہ اس معاملے میں انسانی حقوق کا خیال رکھیں کیا حکمرانوں کے پاس اس کا اختیار ہےاوراگر یہ ایسا کریں تو پھرآپ کا کیا لائحہ عمل ہوگا؟

جواب: مغربی ممالک میں بھی جرم کی سزا ہوتی ہے۔ہمارے نبی ﷺ کی اہانت جرم ہے۔حدیث مبارکہ نے قانون بنادیا ہے۔یہ ہمارا بنایا ہوا قانون نہیں بلکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کے میرے اور میرے ہم منصبوں کی اہانت کرنے والے کا وجود دنیا سے مٹادو۔اسی طرح فرمایا جو میرے صحابہ کو گالی دے'اسے دُرے مارو۔یہ قانون کوئی تبدیل نہیں کرسکتا۔پاکستان مسلمانوں کا ملک اور ۹۷ فیصد لوگ مسلمان ہیں۔آپ کو ایک بھی ایسا مسلمان نہیں ملے گا جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین برداشت کرے۔ہم اس کے خلاف جمہوری انداز سے بھی قانون پاس نہیں کرسکتے۔یہ کتنی غیر فطری بات ہے کہ مغربی ممالک اپنے لوگوں کی خواہشات کے مطابق قوانین بناتے ہیں لیکن ہم پر دباؤ ڈالتے ہیں۔کہ ہم اسلام کے قوانین کو ان کی خواہش کے مطابق تبدیل کردیں۔کوئی کلمہ گو ایک لمحے کے لیے یہ سوچ نہیں سکتا کہ وہ نبی کی توہین برداشت کرے گا خواہ وہ کتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو۔

سوال: حکومت کا اس وقت مطمع نظر حدود اور توہین رسالت قوانین میں تبدیلی ہے۔مسلمانوں کا ردّعمل کیا ہونا چاہیے؟

جواب: اس قانون میں تبدیلی کی کوشش عیسائی اور مرزائی کررہے ہیں۔پاکستان میں عیسائیوں کو کبھی کچھ نہیں کہا گیا۔ان کو اپنے دائرہ کار میں اپنی تبلیغ کی اجازت ہے۔وہ اپنے حقوق سے تجاوز بھی کرتے ہیں۔مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے میں اُن کی مشنریاں اور این جی اوز سرگرم عمل ہیں،انہیں کھلی آزادی ہے۔ہاں مرزائیوں کو تکلیف ہے۔ان کی لابی کام کررہی ہے۔وہ اس ملک کو توڑنے کے لیے سازشیں کرتے ہیں۔اس ملک کی تباہی و بربادی اس بنیاد پر ہوگی کہ مسلمانوں کو لبرل کردیا جائے۔ہم ان شاءاللہ یہ نہیں ہونے دیں گے۔

دین کا راستہ اختیار نہ کرنے پر مجلس عمل نے دینی جنگ ہاردی

اب رہا یہ سوال کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے تو جو مسلمان اسمبلی میں بیٹھے ہوئے ہیں'ہم ان سے اپیل نہیں کرتے لیکن ان کو احساس دلاتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں۔وہاں دیندار طبقہ خواہ مجلس عمل کی صورت میں ہو یا کسی اورصورت میں کا فرض ہے کہ اس

کے خلاف مزاحمت کریں۔ پوری قوم ان کے ساتھ ہے اور ہم بھی ان کے لیے فضا ساز گار کر رہے ہیں۔ اگر پرویز مشرف نے ان قوانین کو چھیڑا تو ہماری مزاحمت تحریک کی صورت اختیار کر جائے گی۔ اسمبلی میں موجود دینی قوتیں اگر مزاحمت نہیں کر سکتیں تو اسمبلی سے استعفیٰ دے دیں۔ عوام ان کی تائید کریں گے اور ہم ان کا استقبال کریں گے۔ بس یہی طریقہ ہے کہ اسمبلی میں مزاحمت اور عوامی دباؤ ہو۔

جہاں تک انسانی حقوق کے علمبرداروں کی بات ہے، وہ اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں۔ افغانستان، عراق، فلسطین میں جو بے گناہ لوگوں کو مار رہے ہیں، وہ کیا انسانی حقوق کے مطابق مار رہے ہیں؟ ان کی بات ہی چھوڑیں۔ ہمارے لیے یہ عقائد کا مسئلہ ہے اور ہم اپنے عقیدے کا دفاع کر رہے ہیں کہ حدود قوانین قانون توہین رسالت اور قانون امتناع قادیانیت میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

سوال: اس وقت افغانستان، عراق یا جہاں کہیں بھی دیکھیں امریکی قیادت میں مسلمانوں کا قتل عام کیا جا رہا ہے۔ دنیا میں ۵۰ سے زائد اسلامی ممالک ہیں پھر مسلمانوں کی اس ذلت کی کیا وجہ ہے؟

جواب: ہمیں اپنا راستہ چھوڑنے، قرآنی احکامات کو پس پشت ڈالنے کی سزا مل رہی ہے۔ اگر ایک شخص فالج کا مریض ہے اور ڈاکٹر اسے کہتا ہے کہ وہ ٹھنڈا پانی نہ پیئے نہ اس سے نہائے اور وہ شخص برف والا پانی پیتا بھی ہے اور ٹھنڈے پانی سے نہاتا بھی ہے تو اس کا فالج کیسے دور ہوگا۔ قرآن پاک اللہ نے شفا نازل کی ہے۔ اس کو چھوڑنے والوں کو نہیں بلکہ اس پر عمل کرنے والوں کو فائدہ ملے گا۔ ہم نفع کی چیز چھوڑ کر کیسے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ جب تک پوری ملت اسلامیہ اور مسلم حکمران اللہ کے قوانین کا اپنے ملکوں میں نفاذ نہیں کرتے، فلاح نہیں پا سکتے اور باقی دنیا پر واضح نہیں کرتے کہ ہمارے پاس تم سے بہتر نظام ہے جو پوری کائنات کے والی کا دیا ہوا ہے اور وہ ہر مخلوق کی فطرت کو جانتا ہے۔ اسی کے قوانین کامل ہیں۔ بہ نسبت انسانی عقل سے بنائے ہوئے قوانین کے۔ شروع اسلام کے دور میں بھی لوگوں نے محسوس کیا کہ حضرت محمد ﷺ کے دامانِ رحمت میں سکون ہے۔ وہاں یہودی بھی سکون محسوس کرتے تھے مگر صرف سیاسی وجوہات کی بنا پر مخالفت کرتے تھے ورنہ ان کو کوئی تکلیف نہیں تھی۔

سوال: مسلمان ملکوں کے حکمران امریکہ کی مخالفت نہیں کر سکتے۔ باقی دینی جماعتوں میں سے بھی ہر جماعت کے کئی کئی گروہ ہیں۔ پھر آپ کس سے امیدیں وابستہ کئے بیٹھے ہیں؟

جواب: مرکزی نکتے پہ کسی کا اختلاف نہیں۔ نہ توحید و رسالت نہ قوانین پہ کسی کا اختلاف ہے۔ جو اختلافات ہیں، وہ فروعی اور شخصیات کے اختلافات ہیں یا تشریحات کے اختلافات ہیں۔ بنیادی بات یہ ہے کہ ''اللہ کا قانون بندوں کے لیے'' اس پر کسی کو اختلاف نہیں۔ اس کے نفاذ کے لیے جدوجہد کرنی چاہیے۔ ایسا کریں گے تو بڑی سے بڑی کفر کی طاقت سے بھی ٹکرا جائیں گے اور بالآخر غالب ہوں گے۔

سوال: یہ جدوجہد کون کرے گا، یہ کس کا فریضہ ہے؟

جواب: ویسے تو ہر شخص پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔لیکن ملکی سطح پر یہ مجلس عمل کے قائدین کا فرض ہے۔وہ بڑی سیاسی شخصیات ہیں اور قوم کی قیادت ہیں۔انہوں نے دینی جنگ ہار دی ہے اور سیاسی جنگ آدھی جیتی ہے۔کیونکہ انہوں نے دین کا راستہ اختیار نہیں کیا۔ پرویز مشرف کو آئینی طور پر مجلس عمل نے مضبوط کیا ہے اب وہی اس کا مداوا کرے۔

سوال: متحدہ مجلس عمل نے پاک افغان ڈیفنس کونسل سے جنم لیا' اس میں مجلس احرار شامل تھی پھر آپ متحدہ مجلس عمل میں شامل کیوں نہیں ہوئے؟

جواب: ہمارا راستہ اتنا ہی تھا' آگے کا تھا ہی نہیں۔ جہاں تک رفاقت تھی' وہاں تک گئے اس سے آگے نہ مجلس عمل کو ہماری ضرورت تھی اور نہ ہم ان کے لیے ناگزیر تھے اور اصل بات یہ ہے کہ ہم اس راستے سے دین کے نفاذ کے قائل نہیں ہیں۔اسی لیے میں نے یہ بات کی تھی کہ متحدہ مجلس عمل نے دینی محاذ پر شکست کھائی ہے اور مروجہ سیاسی محاذ پر صرف آدھی فتح حاصل کی ہے اور آدھی شکست کھائی ہے۔

سوال: مجلس احرار ووٹ کی سیاست میں حصہ نہیں لیتی جبکہ پاکستان میں یہی طریقہ مروج ہے۔آپ پھر تبدیلی کیسے لائیں گے؟

جواب: دعوت کے ساتھ جس طرح نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کے قلوب واذہان کو تبدیل فرمایا۔اسی طرح لوگوں پر دلائل کے ذریعے ثابت کیا جائے کہ جس راستے پر آپ چل رہے ہیں' یہ قطعاً نجات اور کامیابی کا راستہ نہیں ہے۔۵۶ برس میں حالات نے جو رخ اختیار کیا' اس کے بعد جو کچھ باقی بچا ہے' وہ میں سمجھتا ہوں ہماری دعوت وتبلیغ سے ہی باقی ہے۔ہم لوگوں میں یہی بات پھیلاتے ہیں کہ یہ نظام باطل ہے۔یہ نہ جمہوریت ہے' نہ سوشلزم ہے' نہ کمیونزم۔کوئی بھی ازم نجات نہیں دیتا۔اللہ کی مخلوق کو صرف اللہ کا قانون نجات دیتا ہے۔عوامی سطح سے لے کر حکومتی سطح تک کی شخصیات کے فکر ونظر کو بدلنے کی ضرورت ہے اور یہ کام بڑی محنت سے ہوگا۔

سوال: تقسیم سے قبل احرار ایک مرتبہ رکھنے والی جماعت تھی' اب وہ مقام کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے؟

جواب: اس وقت ہمارے محاذ اس قسم کے تھے کہ اس میں پوری قوم لگی ہوئی تھی۔دوسرے یہ کہ اس وقت اللہ پاک نے شخصیات ایسی عطا فرمائی تھیں جن سے اس نے کام لینا تھا۔ان شخصیات کی بنیاد پر ہی سدا وقار وطاقت تھی۔وہ کام نمٹ گیا۔ہماری رائے کے مطابق نہ ہوئی لیکن بہرحال تقسیم ہوگئی۔تقسیم کے بعد مجلس احرار نے ایک فیصلہ کیا جس کی بنیاد پر ہم سیاسی منظر سے ہٹ گئے۔اس کی وجہ یہ تھی کہ چونکہ مسلم لیگ نے دعویٰ کیا تھا کہ پاکستان ہم نے بنایا ہے اور یہ سب کے لیے مشترکہ بنایا گیا ہے۔قائداعظم نے اس کی قیادت کی' کیس لڑا اور وہ کیس جیت گئے۔مجلس احرار اسلام نے سوچا کہ ان کو کام کرنے کی مہلت دی جائے تاکہ یہ یوں نہ کہہ سکیں کہ ہمیں لوگوں نے کام نہیں کرنے دیا۔سیاسی منظر سے ہٹنے کی وجہ سے جو لوگ اس شعبے میں کام کرنا چاہتے تھے۔ان کے لیے محاذ باقی نہ رہ سکا اور وہ دوسری جماعتوں میں تقسیم ہوگئے۔ہم دینی محاذ پر قائم ہیں' ہمارا وجود موجود ہے۔میں آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ ماں ماں ہی رہتی ہے خواہ بوڑھی ہوجائے۔

سوال: گویا آپ نے مسلم لیگ کو کام کرنے کا موقع دیا لیکن نصف صدی بیت گئی ہے اور مسلم لیگ اپنے مقصد سے ہٹتی چلی جارہی ہے۔ کیا نصف صدی کے بعد یہ مہلت ختم نہیں ہو جانی چاہیے؟

جواب: یقیناً یہ مہلت اب ختم ہونی چاہیے اور ان شاء اللہ بہت جلد ختم ہو جائے گی۔

سوال: مجلس احرار کا یہ اعزاز ہے کہ اس نے عقیدہ ختم نبوت کی جنگ سب سے پہلی شروع کی اور بالآخر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ اب قادیانی پھر سے سازشوں کے ذریعے ہم پر مسلط ہو چکے ہیں کیا اب پھر یہ محاذ کھولنے کی ضرورت نہیں ہے؟

جواب: جب سے ملک بنا کچھ گروہوں نے حکومتی اداروں کو قابو میں رکھا ہے جس کی وجہ سے ان کی گرفت مضبوط ہے اور ہماری گرفت کمزور ہے۔ ہمارے پاس عوام کا محاذ ہے اور اس محاذ پر ان شاء اللہ ان کو شکست دیں گے اور وہ منہ کی کھائیں گے۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ مرزائی مسلمانوں کو مرزا قادیانی کی نبوت کی دعوت دیں اور لوگ خاموش رہیں۔ ان لوگوں سے نمٹنے کے لیے ضروری ہے کہ اوپر بیٹھے طبقے میں تبدیلی لائی جائے۔ اگر ایسا ہو جائے تو قادیانیوں کے راستے بند ہو جائیں گے۔ ضیاء الحق کے اندر سینکڑوں خامیاں ہوسکتی ہیں لیکن اس کے اندر ایک خوبی تھی کہ وہ بالادست طبقے کا دیندار انسان تھا۔ اس نے فضا بنائی۔ اب پھل بوٹے لگانا ہمارا کام تھا' ہم یہ کام نہیں کر سکے۔ والد صاحب (سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ) فرمایا کرتے تھے کہ ڈاکو اور قاتل سے نفرت نہیں کرنی چاہیے۔ ان کے برے عمل سے نفرت ہونی چاہیے۔ ان کے اندر ایک جوہر موجود ہوتا ہے جرأت کا۔ ان کی جرأت کا رخ تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ ضیاء الحق کے اندر دینداری کی کیفیت موجود تھی جس کو ہمیں استعمال کرنا تھا۔ بھٹو کے اندر ایک جرأت موجود تھی۔ مولانا غلام غوث ہزارویؒ فرمایا کرتے تھے' اس کی جرأت کا رخ تبدیل کرلو اور ایسا کیا گیا۔ پھر بھٹو نے ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی سے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ اوپر کے طبقات کی طاقت عوامی طاقت کے سامنے نہیں ٹھہر سکتی۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی مرزائی وزیر اعظم یا صدر بن جائے۔ قوم مر مٹے گی لیکن ایسا نہیں ہونے دے گی۔

مجلس عمل تحفظ ختم نبوت ہی ایک ایسا محاذ ہے جس پر یہ سارے لوگ اکٹھے ہوسکتے ہیں

سوال: ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والے لوگ تقسیم ہو چکے ہیں' ان کو اکٹھا کیسے کیا جائے گا؟

جواب: مجلس عمل تحفظ ختم نبوت ہی ایسا محاذ ہے جس پر یہ سارے لوگ اکٹھے ہوسکتے ہیں۔ ماضی کی تمام کامیابیاں اسی محاذ سے حاصل ہوئیں ہم اس کے لیے کوشش بھی کریں گے' اللہ تعالیٰ کامیاب فرمائیں گے۔ (ان شاء اللہ)

سوال: آپ اس صدی کے عظیم انسان سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے صاحبزادے ہیں۔ ان کی کچھ یادیں شیئر کیجیے۔

جواب: بحیثیت باپ جو شفقت نبی اکرم ﷺ نے اپنی اولاد کے لیے تجویز فرمائی وہی ہمارے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے ہمارے لیے تجویز کی۔ جتنا وقت میں نے ان کے ساتھ گزارا میں نے انہیں انتہائی شفیق پایا۔ کوئی باپ ایسا ہوتا ہے جو باپ بھی بن جائے، دوست بھی بن جائے، مصلح بھی بن جائے، بات بھی کرتے تھے، پیار بھی کرتے تھے، ڈانٹ بھی دیتے تھے، اصلاح بھی کرتے تھے۔ شفقت کا یہ عالم تھا کہ ہر شخص سمجھتا تھا کہ وہ اس سے زیادہ محبت کرتے۔ ایک مقناطیسی کیفیت کا عالم تھا

جسے میں بیان نہیں کر سکتا کہ لوگ کیوں کھنچے کھنچے آتے۔ سوائے اس کے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ شخص انسانوں سے محبت کرتا تھا۔ ان کے دل میں سوائے محبت اور خلوص کے کچھ نہیں تھا۔ ان کا وجود محبت وخلوص سے بنا ہوا تھا جو لوگوں کو اپنی طرف کھینچتا تھا۔ جس کے دل میں جتنی محبت ہوگی اتنا ہی لوگوں کے لیے پرکشش ہوگا۔ ان کا معیار لوگوں کی سمجھ سے بلند تھا۔

ایک واقعہ آپ کو سناتا ہوں۔ ایک بار میں رات کو دیر سے گھر آیا۔ والد صاحب نے مجھ سے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ مسجد سے آیا ہوں۔ انہوں نے پوچھا نماز کب ہوئی؟ میں نے بتایا کہ آٹھ بجے۔ اس وقت نو بج چکے تھے۔ انہوں نے پوچھا کتنا فاصلہ ہے گھر اور مسجد میں۔ میں نے کہا کہ ایک میل تقریباً۔ اس پر انہوں نے پوچھا یہ فاصلہ کتنی دیر میں طے ہوتا ہے۔ چلو تم نے ۱۵ منٹ میں نماز پڑھ لی ہوگی باقی پون گھنٹہ کہاں رہے؟ کیا ایک میل پون گھنٹے میں طے ہوتا ہے۔ میں نے کہا ''ابا جی! تسی ایویں پریشان ہونے رہندے او'' اب باپ کو یہ بات کہنا گستاخی تھی، وہ تھپڑ مار کر یہ بھی کہہ سکتے تھے تو کیا بکتا ہے لیکن فرمانے لگے ''تا با نہ شوی قدر بابا نہ دانی'' کہ ''جدوں پیو بنیں گا فیر تینوں پتہ لگے گا پیو کی شے ہوندی اے۔'' میں تجھے حادثے کا شکار ہوتے زخمی ہو کر ایمبولینس میں ڈال کر ہسپتال پہنچائے بیٹھا ہوں اور تو کہتا ہے کہ ایویں پریشان ہوندے او۔ گویا مستقبل بتا دیا کہ آئندہ جب تم باپ بنو گے تو پھر پتہ چلے گا کہ میں اس وقت کہاں ہوں۔

سوال: ہر باپ کے اپنی اولاد کے بارے میں خواب ہوتے ہیں۔ حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری آپ کو کیسا دیکھنا چاہتے تھے؟

جواب: میں آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں۔ بھائیوں میں مجھے زیادہ محبت بھائی عطاء المحسنؒ سے تھی۔ پس منظر میں جائے بغیر عرض کروں گا کہ ایک بار انہوں نے والد صاحب سے کہا کہ ''تساں ساڈے واسطے کی بنایا اے، سانوں سکول کالج پڑھایا ہوندا تے اج کج بنے ہوندے۔'' وہ کافی دیر بولتے رہے۔ اس دوران والد صاحب خاموش رہے پھر فرمایا ''میرے والد نے بھی میرے لیے کچھ نہیں بنایا تھا۔ میرے والد (حافظ سید ضیاء الدین رحمہ اللہ) نے میرے لیے وراثت قرآن چھوڑی جو میں نے تم تک پہنچا دی۔ اس کی حفاظت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں عزت دے گا۔ اگر اسے ضائع کرو گے تو اللہ تمہیں رسوا کرے گا۔ اس کے علاوہ میرے پاس عزت ہے، وہ میں نے تمہیں دے دی۔ میرے سب سے بڑے دشمن انگریز کے ملک میں بھی جا کر اسے بتاؤ گے کہ تم بخاری کے بیٹے ہو تو وہ تمہاری عزت کرے گا۔ میرا دشمن بھی تمہاری عزت کرے گا اور تمہیں کیا چاہیے؟ اس عزت کو سنبھال سکتے ہو تو سنبھال لو۔''

وہ ہمیں دین کا عالم اور عامل دیکھنا چاہتے تھے۔ ہم ان کی خواہش کے عین مطابق تو پتہ نہیں بن سکے یا نہیں لیکن اُن کے نقش قدم پر ضرور قائم ہیں۔

سوال: خودکشی اسلام میں حرام ہے، آپ کے خیال میں خودکش حملے جائز ہیں؟

جواب: یہ خودکشی نہیں بلکہ دشمن کو شکست دینے کی تدبیر ہے۔ یہ حملے جہاد کا ایک حصہ ہیں۔ لیکن پاکستان میں اس وقت ان حملوں کے لیے کوئی میدان نہیں۔ اپنی فوج کے لیے دعا ہے کہ یہ ہم تک بات نہ پہنچنے دیں اور خود ہی دشمنوں سے نبٹ لیں۔ اللہ

کرے کہ پاکستان اور سب مسلم ممالک غیر ملکی طاقتوں سے محفوظ رہیں۔ پاکستان میں اس وقت جہاد کا جو میدان ہے وہ دعوت و تبلیغ، دینی اقدار، عقائد اور شعائر کے تحفظ کا ہے۔

مفتی شامزئی کو وانا میں ہلاک فوجیوں کے جنازہ کے خلاف فتویٰ پر قتل کیا گیا

قادیانیوں کے حوالہ سے انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی آنجہانی دھوکے سے ہیرو بنا اور ڈاکٹر عبدالقدیر محنت اور جذبہ حب الوطنی سے ہیرو بنا ہے۔ وہ ملت اسلامیہ کے محسن ہیں جبکہ عبدالسلام ملت اسلامیہ کا غدار ہے۔ یہ جو کہہ رہے ہیں کہ توہین رسالت قانون کا غلط استعمال ہو رہا ہے تو ان سے پوچھئے ملک میں کس قانون کا صحیح استعمال ہو رہا ہے۔ پورے قانون کا غلط استعمال ہو رہا ہے پھر سارا آئین کیوں نہیں بدل ڈالتے۔ جنرل مشرف نے پورے قانون کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ وہ اپنے ذاتی اختراع کردہ ایل ایف او کو بدلنے کا اختیار کسی کو دینے پر راضی نہیں ہیں تو اللہ کا قانون بدلنے کا اختیار انہیں دینے پر ہم کیسے تیار ہوں؟ اللہ پاک اس قانون کو مکمل کر چکے ہیں۔ اس میں تبدیلی، ترمیم، تنسیخ اور جرح کی گنجائش نہیں ہے۔ تعزیرات اسلامی مکمل ہیں اور اب کسی انسان کو اس میں تبدیلی کا اختیار نہیں۔ پاکستان کے آئین میں موجود اسلامی دفعات پاکستان کی اکثریتی آبادی کے دل کی ترجمانی ہے۔ یورپ اور امریکی اسے ختم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ پاکستان کی پارلیمنٹ یہ کام نہیں کر سکتی' اس لیے وہ فرد واحد سے یہ کام لینا چاہتے ہیں۔ پرویز مشرف اپنے دائرہ کار میں رہیں۔ وہ اپنے اختیارات میں کسی کو شامل نہیں کرتے تو اللہ کے اختیارات میں کون شامل ہو سکتا ہے۔ اس قسم کے قوانین کو چھیڑ کر آپ خود لوگوں کو آمادہ کر رہے ہیں کہ وہ کوئی فیصلہ کرنے پر مجبور ہوں۔ میرے خیال میں عوام الناس کے اندر مذہبی منافرت اور انارکی پیدا کرنے کے لیے یہ سازش کی گئی ہے کہ مذہبی طبقہ کمزور اور بدنام ہو۔ مفتی نظام الدین شامزئی کا کوئی قصور نہیں۔ انہوں نے جہاد کے لیے کام کیا، طالبان کے حق میں امریکہ کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا اور وانا میں مرنے والے فوجیوں کا جنازہ نہ پڑھنے کا فتویٰ دیا' اس کی ان کو سزا دی گئی ہے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس میں حکومت براہِ راست ملوث ہے۔ ایک طبقے کے افراد کو راستے سے ہٹایا جا رہا ہے۔ مولانا اعظم طارق، مولانا یوسف لدھیانوی، ڈاکٹر حبیب اللہ مختار اور مفتی نظام الدین کو راستے سے ہٹانا استعماری سازش ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہزار برس سے یہ حق پرست طبقہ لادین قوتوں کے خلاف نبرد آزما ہے۔ یہ بے دین لوگ قدآور شخصیات کو ختم کر کے فتح حاصل کرنا چاہ رہے ہیں۔ شخصیات چلی بھی جائیں تو کام باقی رہتے ہیں۔ ہم ان شخصیات کی حفاظت کے لیے دعا کرتے ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ تمہاری سب سے بڑی محافظ موت ہے۔ جب تک موت نہیں آتی اس شخص کو کوئی نہیں مار سکتا۔ اس واقعہ کو جو فرقہ وارانہ رنگ دینے کی کوشش کی جا رہی ہے' یہ بات غلط ہے۔ اس میں ایک طبقے کی قیادت قتل کی جاتی ہے اور دوسرے طبقے کے عام لوگ ختم کئے جا رہے ہیں۔ اس لیے یہ عام لوگوں کا کام نہیں ہے۔ یہ یہود و نصاریٰ کی خواہش پر چلنے اور اُن کے مال پر پلنے والے لوگوں کا کام ہے اور وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر ہمیں نظر انداز کیا گیا تو پھر یہی ہوگا' ہم امن کو تہہ و بالا کر دیں گے۔